عثمان رضؓ

صرف تاریخ کی روشنی میں

از

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مترجم

(مولانا عبد الحمید صاحب نعمانی)

(۲)

آپ کے خلفاء نے بھی چاہا تھا کہ ایسا ہی کریں لیکن وہ نہ کر سکے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کر رکھا تھا کہ جس افسر سے بھی کسی کو بلا وجہ تکلیف پہنچے گی وہ اس کا بدلا چکانے کے لئے تیار رہے، کہا جاتا ہے کہ حج کے موقع پر حضرت عمرؓ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ ان کے گورنر نے بلا وجہ اس کو مار اپیٹا ہے، تحقیق کے بعد آپ نے فیصلہ کر دیا کہ فریاد دار اپنا بدلہ لے لے اب افسروں میں اس فیصلے سے بڑی بے چینی پھیلی اور انھوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ وہ گورنر کو معاف کر دیں اس لئے کہ بدلا چکانے کا فیصلہ حکومت کے وقار کو کم کر دے گا اور پھر عوام کا حوصلہ افسروں کے خلاف بڑھ جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے باوجود انتہائی اصرار کے اس دلیل کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن آخر کار اس بات پر آپ راضی ہو گئے کہ اگر فریادی رضامند ہو جائے تو میں معاف کر دوں گا کہ گورنر سے بدلہ نہ لیا جائے چنانچہ گورنر نے فریادی کو رضامند کر لیا اور قصاص سے بچ گیا حضرت عمرؓ کا کہنا یہ تھا کہ امت میں سب سے زیادہ برگزیدہ ہونے کے باوجود آنحضرت صلعم نے بدلا دیا ہے پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کے خلفا اور حکمراں بدلا چکانے کی جگہ شاکی کو

رضامند کر لیا کریں یا بدلا پیش کرتے میں اپنے جبر و اکراہ کا اظہار کریں حضرت عثمانؓ سے جھگڑا کرنے والے اپنی دلیل میں پیش کرتے تھے کہ نبی کریم صلعم نے اپنی طرف سے بدلا چکایا ہے اور حضرت عمرؓ نے افسروں کی طرف سے رعایا کو بدلا دلانے کی کوشش فرمائی ہے لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کی بات نہیں مانی، جو لوگ آنحضرت صلعم کی سیرت پر نظر رکھتے ہیں اور جو آپ کے سنن سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ آپ کسی بات میں بھی اپنے ساتھیوں پر اپنی برتری تصور نہیں فرماتے تھے، بجز ایک بات کے اور وہ وحی الٰہی کا آپ پر نازل ہونا۔ چنانچہ آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے ان کا مشورہ قبول فرماتے تھے۔ ساتھی اگر جنگ کرتے تو آپ بھی لڑتے اور جب وہ صلح کرتے تو آپ بھی صلح کی باتیں کرتے، انھیں کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر کرتے، خندق کھودتے، زمین کھودتے اور عمارت بنانے میں جو مشقت تھی اس میں تخفیف کے خیال سے صحابہ کے ساتھ آپ بھی نغمات گنگناتے، انھیں کے ساتھ پتھر اٹھاتے، مٹی ڈھوتے غرض اپنے آپ کو انھیں میں سے ایک تصور فرماتے ہاں امتیاز تھا تو صرف یہ کہ اللہ نے آپ کو نبوت عطا کی تھی چنانچہ آپ اس سے زیادہ کسی امتیاز کے روادار نہ تھے سنن اور سیرت کی روایات بتاتی ہیں کہ مرض الموت میں آپ نے سونے کی وہ تھوڑی مقدار جو مسلمانوں کے مال میں سے آپ کے پاس بچ رہی تھی منگوایا اور لوگوں کے حوالے کر دیا اور دنیا سے اس طرح رخصت ہوتے کہ نہ سونے کے مالک تھے اور نہ چاندی کے اس معاملے میں آپ نے اپنے نفس پر انتہائی سختی کی، خدا نے بھی یہ شدت روا رکھی اور چونکہ آپ کے ارشادات ذاتی خواہشوں کی بنا پر نہیں بلکہ وحی الٰہی کے تقاضے سے ہیں اس لئے نہ صرف یہ کہ صحابہ میں آپ نے اپنے لئے کسی امتیاز کو گوارا نہیں کیا بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنی طرح پابند رکھا اور فرمایا

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ

ہم انبیاء لوگ کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے،

آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس باغ فدک باپ کی وراثت میں مانگنے آئیں تو آپ نے دینے سے انکار کر دیا اور مذکورہ بالا حدیث ان کو پڑھ کر سنائی۔

بس سیرت نبوی نے لوگوں کے باہمی تعلقات میں اپنے اور لوگوں کے تعلقات میں نیز اپنے اہل بیت اور عام مسلمانوں کے تعلقات میں انصاف کو بنیاد قرار دیا تھا آپ کے خلفاء نے پوری کوشش کی کہ اپنے بس بھر آپ ہی کا راستہ چلیں بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے تو اپنی طاقت سے باہر کام کرنے کا ارادہ فرما لیا اور چاہا کہ بیک وقت مسلمانوں کے امام بھی رہیں اور اپنے گھر کے کاروباری بھی، خلافت کے کاموں کے لئے بھی اپنا وقت اور قوت وقف رکھیں اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی کمانے کی مشقت بھی اٹھائیں مسلمانوں نے ایک دن دیکھا کہ آپ معمول کے مطابق کچھ سامان اٹھائے بازار کی طرف لیے جا رہے ہیں تاکہ اسے فروخت کر کے کچھ چیزیں خریدیں تب مسلمانوں نے توجہ کی یا باختلاف روایات خود حضرت ابوبکرؓ نے محسوس فرمایا کہ وہ بیک وقت خلافت اور فکر معاش دونوں ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتے اس لئے مسلمانوں نے ان کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیا اور اس میں بھی فراخی یا فیاضی کی شان نہ تھی اتنی ہی مقدار مقرر کی جس سے گذر بسر ہو سکے،

نبی کریم صلعم کی سیرت کی اتباع میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے لئے حرج تصور فرمایا کہ دنیا سے ایسی حالت میں جائیں کہ ان کے پاس مسلمانوں کا کچھ مال رہ جائے چنانچہ آپ نے گھر والوں کو حکم دیا کہ ان کے پاس جو ھنات[1] رکھے ہیں وہ عمرؓ کو دے دیئے جائیں، حضرت عمرؓ انھیں دیکھ کر رونے لگے، عبدالرحمٰن بن عوف نے مناسب نہ سمجھا کہ حضرت عمرؓ انھیں لے لیں لیکن حضرت عمرؓ نے جس بات کو اپنے لئے حرج تصور فرمایا اسے اپنے ساتھی کے لئے بھی منظور نہیں کیا اور یہ نہ ہونے دیا کہ ابوبکر اپنے رب سے ایسی حالت میں ملیں کہ وہ ان سے سوال کرے کہ کیا تم نے ھنات عمر کو واپس کر دیئے تھے پھر ابوبکر جواب دیں کہ میرے گھر والوں نے

---

[1] معمولی سامان

تو پیش کر دیا تھا لیکن عمرؓ نے لینے سے انکار کر دیا۔

انصاف قائم کرنے کے لئے نبی کریم صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی آرزو اور حرص میں شدت کا یہ عالم تھا کہ پاکبازی اور نیک نیتی کی نگاہ میں جو بات حرج کی نہ تھی اس سے بھی احتیاط فرماتے تھے بلاشبہ اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ کچھ طویل ہوتا تو ہم حیرت انگیز واقعات پڑھتے، جب کہ دس ہی سال کے فرق نے حضرت عمرؓ کے دور میں وہ کچھ کر دکھایا جس کی تصدیق لوگوں کے لئے مشکل ہے چنانچہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے متعلق راویوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے اور ان کی شدت اور احتیاط کے بیان میں مبالغے سے کام لیا ہے، لیکن جو لوگ سنن اور طبقات میں نیز تاریخ کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی سیرت پڑھتے ہیں وہ نہایت آسانی سے واقعات اور حوادث میں یہ پتہ چلا سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مزاج اور ان کی افتاد طبع کیا ہے؟ اور راویوں کا اضافہ کتنا۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا کی ذات سے متعلق معاملات میں حضرت عمرؓ لوگوں کے لئے بڑے سخت گیر تھے، لیکن اپنی ذات کے لئے ان کی شدت لوگوں سے کہیں زیادہ تھی انسانیت کی پوری تاریخ میں میں نے بجز اولوالعزم کے کوئی فرد عمرؓ جیسا زندہ دل، حساس اور محتاط نہیں پایا جو نہ ڈرنے والی باتوں سے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہو جو اپنی ذات میں ان باتوں کو عیوب اور قصور تصور کرتا ہو جو عیب ہیں نہ قصور جو اپنے اوپر وہ سختی اور پابندی عائد کرے جو کوئی نہیں کرتا لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ عام الرماد میں جب حضرت عمرؓ نے عوام کی تنگدستی اور فقر کو دیکھا تو خود انتہائی تنگدستی اور فقر و فاقہ کی زندگی جینے لگے،

جب آپ کو پتہ چلا کہ لوگوں کو گھی نہیں مل رہا ہے تو آپ نے اس کا استعمال چھوڑ دیا، سوکھی روٹی اور تیل پر صبر کرتے رہے پھر یہ تیل بھی آپ پر گراں گذرنے لگا آپ کو خیال آیا کہ شاید تیل پکنے کے بعد اپنی تیزی کھو دے اور ہاضم ہونے کے ساتھ لذیذ بھی ہو جائے چنانچہ اپنے غلام کو تیل پکانے کا حکم دیا لیکن جب آپ نے کھایا تو سخت تکلیف ہوئی اس کی وجہ

سے آپ کی صحت پر بھی بُرا اثر پڑا حتیٰ کہ آپ کا رنگ . . . بدل گیا لیکن مسلمان آپ کو اس سے نہ روک نہ سکے۔ اس لئے کہ آپ نے اپنی خوش خوراکی سے اس وقت تک کے لئے انکار کر دیا جب تک کہ عام مسلمان خوش حال نہ ہو جائیں۔

حضرت عمرؓ کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں گذرا کہ وہ اتنی بڑی عظیم الشان طویل اور عریض سلطنت چلا رہے ہیں جو اپنے اندر غیر معمولی وسعت اور فتوحات رکھتی ہے وہ تو اس کو ایک حیرت کی بات خیال کرتے تھے اور تنہائی میں اپنے نفس کو یاد دلاتے تھے کہ اے خطاب کے لڑکے آج تو امیر المومنین بن گیا ہے کل تک اسلام سے قبل تو ایک چرواہا تھا اور اپنے باپ خطاب کی بکریاں چراتا تھا لوگ ابھی بھولے نہیں ان کو تو وہ جگہ بھی معلوم ہے جہاں تو جانور چراتا تھا اور یہ بھی یاد ہے کہ خطاب تجھ سے کتنی سخت محنت اور کڑی خدمت لیا کرتا تھا حضرت عمرؓ مسلمانوں کے کسی کام میں خواہ وہ کتنا ہی سخت اور شاق ہو پہلو تہی نہیں فرماتے تھے چنانچہ ایک دن وہ صدقات کے اونٹوں کے باڑے میں چلے گئے اور ان کی کیفیت اور گنتی کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کر کے حضرت علیؓ کو بتاتے اور حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ سے رجسٹر میں درج کرواتے حضرت علیؓ فاروق اعظمؓ کی اس کارروائی سے بہت محظوظ ہوتے اور قرآن مجید کی وہ آیت جو حضرت شعیب کی لڑکی کی زبانی ہے یا ابت استاجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین اس کے بعد فرمایا قوی امین یہ ہیں، لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ چرواہوں اور معمولی آدمیوں کی طرح اونٹ کے پھٹن کے مقامات پر قطران[1] لگا رہے ہیں اور ایسا کرنے میں کوئی تکلیف اور حرج تصور نہیں فرماتے اپنی ذات پر اتنی سختی برداشت کرنے کے بعد گھر والوں کو بھی مجبور کرتے تھے۔ جب کبھی عوام میں کسی بات کی ممانعت کا اعلان فرماتے اور متنبہ کرتے کہ خلاف ورزی پر سزا دی جائے گی تو گھر والوں کو اکٹھا کرتے اور ان سے فرماتے کہ میں نے مسلمانوں کو فلاں کام سے منع کیا ہے اور خلاف ورزی

---

[1] بعض درختوں سے نکلنے والے روغنی مادے

پر سزا دینے کا اعلان کیا ہے لوگ میرے تعلق کی وجہ سے تم پر نظر رکھیں گے اگر مجھے پتہ چلا کہ تم میں سے کسی نے خلاف ورزی کی ہے تو اسے دوہری سزا دوں گا،

عام الرمادہ کے زمانہ قحط میں حضرت عمرؓ اپنے گھر کے کھانے پر بڑی کڑی نگرانی رکھتے تھے اگر کوئی اچھا کھانا یا زیادہ کھاتا تو بڑی سختی کے ساتھ اس کو روکتے، پھر جب خود سختی اٹھاتے گھر والوں کو برداشت پر مجبور کرتے تو اس میں کچھ مضائقہ نہ دیکھتے کہ لوگوں کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کیا جائے جس میں سختی ہو لیکن جبر نہ ہو، نرمی ہو لیکن وہ کمزوری کا پہلو نہ رکھتی ہو،

روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ لوگوں میں کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے آپ کے گرد و پیش لوگوں کا غیر معمولی ہجوم ہو گیا اتنے میں سعد ابن ابی وقاص بھی آ گئے اور ہجوم کو چیرتے پھاڑتے حضرت عمرؓ تک پہنچ گئے سعد ابن ابی وقاص کا دربار نبوی میں جو درجہ ہے وہ سب جانتے ہیں پھر فارس کی فتح کے سلسلے میں ان کی قربانیاں مسلّم ہیں، لیکن حضرت عمرؓ نے درّے سے ان کی خبر لی اور فرمایا

ان لم تهب سلطان الله في الارض	زمین پر اللہ کی قوت سے تجھے خوف نہیں تو میں
فاردت ان اعلمك ان سلطان	تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کی قوت بھی تجھ سے
الله لا يهابك	نہیں ڈرتی۔

اس طرح حضرت عمرؓ حریصانہ آرزو رکھتے تھے کہ لوگ آپس میں برابری کا سلوک کریں اور خود اور ان کے گھر کے لوگ بھی عام مسلمانوں کے بالکل برابر ہوں،

یہ تمام باتیں حضرت عمرؓ کی خاص زندگی کے روزانہ معمولات سے متعلق ہیں اور ان میں خواہ کتنی ہی شدّت اور مشقّت کا پہلو ہو لیکن پھر بھی وہ آسان ہیں البتہ آپ کا وہ عام طرز عمل جسے آپ نے اپنے اور خلافت کے لئے ایک دستور العمل کی حیثیت دے دی تھی، ایک مشکل مہم تھی، جس کا ایک گوشہ آپ کا وہ طریق کار ہے جو جلیل القدر صحابہ اور اکابر انصار و مہاجرین سے تعلقات میں آپ نے برتا یہ لوگ دربار نبوت کے مقربان خاص اور اسلام

کے سابقین اولین میں تھے مسلمانوں کے تمام معاملات کی گتھی یہی سلجھاتے تھے، حضرت عمرؓ عوامی معاملات میں اپنے تمام اقدامات کی منظوری ان حضرات سے لے لیتے تھے، اور تمام اہم امور میں ان سے مشورہ فرماتے تھے آپ خیال کرتے تھے کہ میں ان کا والی ہو گیا ہوں لیکن رسول اللہ صلعم کے یہ صحابہ مجھ سے زیادہ بہتر ہیں تو اب مجھے کیا روش اختیار کرنی چاہئے اور ان کے لیے میرے طرزِ عمل کی نوعیت کیا ہو آپ نے سبھوں کے ساتھ نرمی اور دور اندیشی کا معاملہ کیا اور سب کو اپنا ساتھی، مخلص، یار غار اور مشیر بنا لیا پھر بھی آپ ہر وقت چوکنا تھے کہ کہیں ان حضرات پر کوئی مصیبت نہ آپڑے یا یہ خود کسی مصیبت کا سبب نہ بن جائیں چنانچہ آپ نے ان سبھوں کو مدینہ منورہ ہی میں روک رکھا اور بغیر اجازت کہیں باہر جانے نہیں دیا مفتوحہ ممالک میں بھی اجازت کے بغیر انھیں جانے کا حکم نہیں تھا، حضرت عمرؓ کو اول تو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ ان کے گرویدہ نہ ہو جائیں پھر یہ کہ کہیں یہ لوگ عام مسلمانوں کی عقیدت کے فریب میں نہ آجائیں اور آخری یہ کہ کہیں ان تمام چیزوں کا خمیازہ حکومت کو نہ بھگتنا پڑے، اور یہ واقعہ ہے کہ بہت سے صحابہ اور خصوصاً مہاجرین پر یہ قید و بند بڑی شاق تھی اور اس کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہوتے ہی یہ بندش اٹھا دی اور ان کو باہر جانے کی اجازت دے دی اور وہ مختلف مقامات پر جا بسے اور حضرت عثمانؓ کی اس پالیسی سے بہت خوش ہوئے لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انھیں لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی جان ضیق میں ڈال دی اور وہی مصیبت پیش آئی جس سے حضرت عمرؓ ڈرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ہر صحابی کو اس کے مرتبے اسلام سے اس کی اسبقیت اور نبی صلعم سے اس کی قربت کے اعتبار سے روزینہ مقرر کر دیا تھا اور ان کی رائے یہ تھی کہ یہ روزینہ غزلیہ کاروبار سے ان کی بے نیازی کا باعث ہونا چاہئے لیکن انھوں نے اس وظیفے کے باوجود تجارت کی اور دولت کمائی اور تجارت و اکتساب سے تمول اور دولت مندی میں غیر معمولی

اضافہ کر لیا اور وظیفہ کی مقدار بھی ترقی پذیر رہی۔ حضرت عمرؓ دیکھتے تھے لیکن وہ ان کو روک نہیں سکتے تھے اس لئے کہ وہ لوگ عہد نبوی میں بھی کاروبار اور تجارت کرتے تھے اور نبی کریم صلعم نے ان کو نہ کسی کاروبار سے روکا اور نہ تجارت سے، حضرت عمرؓ صحابہ اور غیر صحابہ کی اس قسم کی دولت و ثروت کو اس فضل خداوندی کا ثمرہ تصور فرماتے تھے جو مال غنیمت اور سالانہ عطیات کی شکل میں ان پر تقسیم ہوتا تھا پس جو کچھ ہو رہا تھا اس سے وہ خوش نہ تھے چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت	جو کام میں نے بعد میں کیا اگر پہلے کرتا تو
لاخذت من الاغنیاء فضول	دولت مندوں سے ان کی بڑھی ہوئی
اموالھم فرددتھا علی الفقراء	دولت لے کر غریبوں میں تقسیم کر دیتا۔

اور اگر حضرت عمرؓ کچھ دن اور زندہ رہتے تو تاریخ اسلامی ہمیں حیرت انگیز واقعات سناتی، فتوحات کی بدولت عہد فاروقی میں مسلمانوں میں مال و دولت کی ایسی بہتات ہوئی کہ حضرت عمرؓ دنگ ہو گئے اور صحابہ سے مشورہ کیا حضرت علیؓ نے گذشتہ روایات کی پابندی کرنے کا اور بدلے ہوئے حالات سے متاثر ہونے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ آیا ہوا سب مال تقسیم کر دیا جائے اور سال کے آخر میں ایک درہم و دینار بھی بیت المال میں ایسا نہ رہ جائے جو اس کے مستحق کے پاس نہ پہنچ گیا ہو حضرت عثمانؓ کی رائے تھی کہ دولت کی موجودہ کثرت سے مجھے خدشہ ہے اگر اس کا نظم قائم نہیں کیا گیا تو معاملات کا شیرازہ بکھر جائے گا پھر حضرت عمرؓ نے رجسٹر تیار کرائے لوگوں کے لئے روزینے مقرر کئے اور جو کچھ بچ رہا اسے مسلمانوں کے عام مصالح اور مفاد کے لئے بیت المال میں محفوظ رکھا۔

ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ واقعات نے حضرت عثمانؓ کی رائے کو صحیح ثابت کر دیا جو ایک متمدن یا متمدن بننے والی حکومت کو پیش آنے والے معاملات کے موافق تھی جب عام الرمادہ میں قحط کے دن آئے تو حضرت عمرؓ بیت المال کے اندوختہ سے عوام کو اس

وقت تک مدد پہنچاتے رہیے جب تک دوسرے صوبوں سے امداد نہیں پہنچ گئی فاروق اعظم رضی
فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت المال سے مسلمانوں کو کھلاتے رہیں گے اور جب دیکھیں گے کہ
بیت المال خالی ہو چکا ہے تو محتاجوں کو حسب حیثیت دولت مندوں کے گھروں میں داخل
کردیں گے اس طرح ہم کسی مسلمان کو بھوکا نہیں رہنے دیں گے،

مال اور دولت کے متعلق حضرت عمرؓ کی اس پالیسی نے ان کے کام کو بڑی حد تک آسان کر دیا اور آپ کو زیادہ سے زیادہ اس کا موقع ملا کہ عوام کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور بے لاگ انصاف کی روح ان میں پھونک دیں لیکن مالیات میں حضرت عمرؓ کا اس کے علاوہ ایک نقطہ نظر تھا جس پر ان کی گہری اور تفصیلی نظر تھی، میں خیال کرتا ہوں کہ متمدن قومیں آج اس نقطہ نظر تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن وہ شاید بڑی مشکل سے اس میں کامیاب ہوں گی۔

حضرت عمرؓ اپنی اس رائے کا اظہار فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو خراج، جزیہ اور محاصل سے رقمیں آتی ہیں یہ سب کی سب تمام مسلمانوں کی ملکیت ہیں کسی ایک فرد یا ایک جماعت کو یہ نہیں دی جا سکتیں آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ اس مال کی حفاظت اور مستحق تک اس کو پہنچا دینے کی ذمہ داری انھیں کے سر ہے، چنانچہ فرماتے تھے کہ اگر صدقات کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ زمین کے دور دراز حصہ میں کہیں بھاگ جائے یا اسے کہیں تکلیف پہنچ جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن خدا مجھ سے اس کے متعلق باز پرس کرے گا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں زندہ رہا تو وہ دن آئے گا جب جبل صنعا کے ایک چرواہے تک اس مال سے اس کا حصہ پہنچے گا۔

آپ نے بیت المال سے ہر ایک کا روزینہ مقرر کر دیا تھا مردوں کے لئے عورتوں کے لیے بچوں کے لئے خستہ حال بوڑھوں کے لئے معذوروں کے لئے سب کے لئے الگ الگ؛ اور مطمئن تھے گویا جس انصاف کی آرزو رکھتے تھے وہ پورا ہو گیا لیکن ایک رات جب آپ

راہ سے گذر رہے تھے ایک بچے کو روتے ہوتے سنا اور چلے گئے، جب دوسری بار گذرے تو پھر رونے کی آواز سنی آپ نے اس کی ماں سے رونے کا سبب پوچھا اس نے یوں ہی کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ لیکن جب آپ تیسری بار ادھر سے گذرے اور بچے کو روتا پایا تو اصرار کے ساتھ وجہ دریافت کی، ماں نے کہا اجی میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں اس لئے کہ عمرؓ بچوں کا روزینہ اسی وقت مقرر کرتے ہیں جب وہ دودھ چھوڑ چکا ہو، یہ جواب سن کر بے تاب ہو گئے اور صبح ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کی جائے ہم بچوں کے لئے پیدائش کے بعد ہی سے روزینہ مقرر کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ صدقات کی وصولی میں احکام خداوندی نافذ فرماتے تھے لیکن وصولی اور تقسیم میں حد درجہ احتیاط اور شدید پابندی فرماتے تھے لوگ جانتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کسی دن نبی کریم صلعم سے دریافت فرمایا کہ کیا خدا نے آپ کو حکم دیا ہے کہ یہ مال آپ ہمارے دولتمندوں سے وصول کریں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں حضرت نے جواب دیا۔ ہاں

اس کے پیش نظر حضرت عمر وصول کرنے والوں کو سخت تاکید فرماتے تھے کہ وہ جس قبیلے سے بھی صدقات اکٹھا کریں وصولی میں عدل وانصاف کی پوری شدت کے ساتھ پابندی کریں اور ہر قبیلے کے فقراء کو اس کے صدقات واپس کئے جائیں تاکہ وہ سوال کرنے کی ذلت سے بچ سکیں، پھر جو کچھ رقم بچ جائے اسے واپس کر دیں اس قسم کی بچی ہوئی رقم جب واپس آتی تو آپ اس کو ان مصارف کے لئے محفوظ کر لیتے جن کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے چنانچہ اس سے فقیر، مسکین، مسافر اور مقروضوں کی امداد فرماتے،

مجھے نہ اشتراکیت سے بحث ہے اور نہ شیوعیت سے اس لئے کہ حضرت عمرؓ نہ سوشلسٹ تحریک کے علمبردار تھے نہ کمیونسٹ تحریک کے لیڈر انھوں نے تو ملکیت کو تسلیم کیا ہی جس طرح نبی اور قرآن نے اس کو تسلیم کیا ہے انھوں نے سرمایہ داری اور دولت مندی کی اجازت دی جس طرح قرآن اور نبیؐ نے اجازت دی ہے مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ سماجی انصاف ملکیت کو باطل اور سرمایہ داری

کو حرام کئے بغیر بھی قایم کیا جا سکتا ہے، جس کے لئے آج بعض جمہوریتیں کوشاں ہیں اور چاہتی ہیں کہ ملکوں کی ملکیت اور دولت مندوں کی سرمایہ داری کے باوجود سماجی انصاف عملی طور پر پیش کر دیں۔

میرے سامنے یورپ کا نظریہ ہے جس نے کوشش کی کہ حکومت عوام کو بلا اُجرت کار بنا تے ان کی معاش اور ضروریات زندگی کی ضامن ہے وہ بے کاری اور ذلت سے دور رکھ کر ان کے لئے با عزت زندگی کا سامان کرے،

میرے سامنے موجودہ جمہوریت کے دعوے اور حوصلے ہیں اور ان کی درماندگی اور ناکامی پھر میری نگاہ حضرت عمرؓ کے ارادوں اور ان کی تکمیل کی طرف جاتی ہے بلا تردد زبان سے نکل جاتا ہے کہ شاعر نے آپ کے مرثیے میں بالکل سچ کہا،

جزی اللہ خیرا من امام وبارکت	حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر
ید اللہ فی ذاک الادیم الممزق	اور برکت عطا فرمائے نعامہ پر سوار ہو کر
فمن یجرا ویرکب جناحی نعامۃ	بھی اگر کوئی چاہتا کہ جو کچھ آپ نے حاصل
لیدرک ما ادرکت بالامس یسبق	کیا ہے وہ پالے تو وہ پیچھے ہی رہ جاتا
قضیت امورا ثم غادرت بعدھا	آپ نے بہت سے کام انجام تک
بوائق فی اکمامھا لم تفتق	پہنچائے لیکن بعض باتیں کھل کر سامنے نہ آسکیں،

اور پھر حضرت عمرؓ اپنے عاملوں اور والیوں کے ساتھ نرمی اور چشم پوشی کا برتاؤ روا نہیں رکھتے تھے بلکہ ان پر بڑی کڑی نظر رکھتے تھے، عامل بناتے وقت اس کے تمام مال و جائداد کی ایک فہرست تیار کروا لیتے اور سبکدوشی کے موقع پر سخت جانچ فرماتے اگر فرق پاتے تو اس کے دو حصے کر کے ایک حصہ بیت المال میں داخل کر دیتے علاوہ ازیں بڑی باریک بینی سے یہ دیکھتے کہ ان عاملوں کا رعایا کے ساتھ کیا سلوک ہے اور ان کو خفیہ اور کھلم کھلا سخت

تاکید فرماتے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں نہ جسمانی اور نہ مالی اس سلسلے میں آپ نے اپنے بعض عاملوں کو سرزنش بھی اور فرمایا

مذ کم تعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا ۔ تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا ہے ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا۔

روزانہ جب کوئی اہم اور مشکل امر پیش آجاتا آپ مدینہ میں رہنے والے صحابہ کو مشورہ کے لئے طلب فرما لیتے حج کے موقع پر اپنے عاملوں سے ملاقات اور بات کے لئے جگہ اور وقت مقرر فرما دیتے پھر رعایا کی باتیں عاملوں سے اور عاملوں کے بارے میں رعایا سے حالات سنتے اور تمام معاملات کا ٹھیک انتظام فرماتے میں یقین کے ساتھ کہہ سکوں گا کہ اگر حضرت عمرؓ کی زندگی کچھ اور وفا کرتی تو بلاشبہ آپ مسلمانوں کے شوریٰ کا ایک ایسا نظم تیار کر جاتے جو باقی رہتا اور مسلمانوں کو فساد و اختلاف سے اور حاکموں کو ظلم و تکبر سے بچاتا۔

میں نے ان مصائب اور مشکلات کا تذکرہ نہیں کیا جو حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے معاملات کے ٹھیک کرنے میں پیش آئیں اور جن کے بعد انھوں نے ملک پر ملک فتح کئے اور بڑے بڑے شہر بسائے اور ایک عظیم الشان عربی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالدی۔ اس لئے کہ میرے پیش نظر حضرت عمرؓ کی تاریخ لکھنا نہیں ہے اور نہ ان کے سوانح کا تذکرہ میرا مقصود ہے ان سطروں میں تو مجھے صرف یہ دکھانا تھا کہ نبی کریم صلعم نے جو زندگی پیش فرمائی اور جس کی اتباع کی آپ کے دونوں ساتھیوں نے کوشش کی اس زندگی کی جوہر تھی بنتے وہ بے لاگ اور سچا یہی انصاف تھا جو حق کے اظہار میں کسی ملامت کرنے والے کا اثر قبول نہیں کرتا۔ اور جس کی موجودگی میں دن ہو یا رات ظاہر ہو یا پوشیدہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خدا دیکھ رہا ہے اور نگرانی کر رہا ہے اور وہ باز پرس کرے گا، اور پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بھی تاک میں لگے ہیں اور ان کو حکم ہے کہ ہر وقت جانچ کرتے رہیں اور خلیفہ کی اطاعت ان پر اسی وقت تک ہے جب تک وہ سیدھی راہ پر چلے اگر وہ غلطی کر رہا ہو

تو اسے براہِ راست پر لائیں اگر اس کے کردار کے بارے میں شکوک و شبہات ہوں تو اس سے سوالات کریں اور یہ سب اس لئے کہ خلیفہ کی فرماں برداری علم و آگہی کے ساتھ ہو بصیرت کی روشنی میں اس کو مشورہ دیا جا سکے، پختہ ارادے اور معقول اسباب کی بناء پر اس کی مخالفت کی جا سکے،

پس کیا یہ سیرت جو نبی کریم صلعم نے پیش کی اور جس کی روشنی میں چلنے کی آپ کے صاحبین نے اپنے بس بھر کوشش کی، فوری نفع کے حریص اور فطری طور پر خود غرضی اور طمع کے دل دادہ انسان کے مناسب حال تھی اور کیا اس سیرت میں ایسی قدرت تھی کہ وہ برقرار رہے تا آنکہ انسانوں کی طبیعتیں بدل دے؟ (باقی آئندہ)

تفسیر مظہری (عربی)

کلام الٰہی کی بہترین تفسیر

علماء طلباء اور عربی مدرسوں کے لئے شاندار تحفہ

مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے تفسیر مظہری تفسیر کی تمام کتابوں میں بہترین سمجھی گئی ہے بلکہ بعض حیثیتوں سے اپنی مثال نہیں رکھتی یہ حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان تفسیر کے بعد کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی امام وقت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالاتِ علمی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔

اس بے مثال کتاب کا پورے ملک میں ایک نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا شکر ہے کہ برسوں کی جد و جہد کے بعد آج ہم اس لائق ہیں کہ اس متبرک کتاب کے شایع ہونے کا اعلان کر سکیں تقریباً تمام جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں صرف آخری جلد جس میں دو پاروں کی تفسیر ہے زیر طبع ہے۔

ہدیہ غیر مجلد:۔ جلد اول سات روپے۔ جلد ثانی سات روپے۔ جلد ثالث آٹھ روپے۔ جلد رابع پانچ روپے۔ جلد خامس سات روپے۔ جلد سادس آٹھ روپے۔ جلد سابع آٹھ روپے۔ جلد ثامن آٹھ روپے۔ جلد تاسع پانچ روپے۔ جلد عاشر زیر طبع۔ ھدیہ مکمل جلد